ہم گم شدہ محبت کے

قسط 6

انجم انصار

انسان نہ کچھ ہنس کر سیکھتا ہے، نہ رو کر سیکھتا ہے، جب بھی سیکھتا ہے یا کسی کا ہو کر سیکھتا ہے یا پھر کسی کو کھو کر سیکھتا ہے... چونکہ لوگ دل کے امیر کم، کم ہوتے ہیں، اس لیے زندگی کی کتاب میں اتنی غلطیاں نہ کرو کہ پنسل سے پہلے ربڑ ختم ہو جائے اور توبہ سے پہلے زندگی...

جو آنکھوں اوٹ ہے چہرہ اسی کو دیکھ کر جینا
یہ سوچا تھا کہ آساں ہے مگر آساں نہیں ہوتا
نہ بہلاوا نہ سمجھوتا، جدائی سی جدائی ہے
ادا سوچو تو خوشبو کا سفر آساں نہیں ہوتا

محبت کے انوکھے روپ سنوارتی ایک حسین تحریر......

ندیم خان کو جھوٹ بولنے سے سخت چڑ تھی۔ زندگی کا کیسا ہی کٹھن مرحلہ ہو، اس نے سچ کے سوا کچھ نہیں بولا تھا اور آج ایک چھوٹی سی بات پر اس کا سر ایسا گھوما تھا کہ اس نے جھوٹ بولنے میں ہی اپنی عافیت جانی۔
آفس میں ہونے والے سیمینار کی اسے تیاری کرنی تھی۔ ورنہ وہ دیر تک اپنی آپا کے ساتھ ضرور بیٹھتا۔
ندیم خان اس وقت اپنے کمرے میں تھا۔ اور اپنی ہیٹی سی محسوس کر رہا تھا۔ اور یہی تکی اسے یوں تنہائی میں لے آئی تھی۔ اگر اس کی آپا اور ماں، صبا کی تصویر دیکھ کر کوئی مثبت رائے دیتیں تو شاید وہ اس وقت ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں بنا رہا ہوتا اور آپا کی خوش گپیوں کو بڑی رغبت سے سن رہا ہوتا۔
وہ کیوں جھوٹ بول کر اپنے کمرے میں آیا تھا۔ یہ وہی جانتا تھا۔ اس وقت اس کا دل صرف اپنے آپ سے سوال و جواب کرنے کو چاہ رہا تھا۔ مگر سبین آپا کی پاٹ دار آواز اس کے کمرے تک بہ آسانی آ رہی تھی اور وہ آواز کسی ہتھوڑے کی طرح اس کا سر پھاڑ رہی تھی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی باتیں سن رہا تھا۔
”امی مجھے تو وہ لڑکی پہلی ملاقات میں ہی پسند نہیں آئی تھی تو اب وہ کیسے اچھی ہو سکتی ہے۔ وہ تو چلتر قسم کی لڑکی ہے۔ جس کا شوق ہی یہ ہے کہ لڑکوں کو ریجیکٹ کر کے خوشی حاصل کرنا۔ پہلے لڑکے فلرٹ کیا کرتے تھے اور اب ان کی جگہ لڑکیوں نے لے لی ہے اور ایسی، ایسی حرکتیں کر کے خوش ہوا کرتی ہیں جن پر انہیں شرم آنی چاہیے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اسے پہچان لیا اور اگر تصویر دیکھے بغیر میں آپ کے ساتھ چل پڑتی تو خواہ مخواہ مفت کی بے عزتی ہاتھ آتی۔ لڑکیوں کی کمی نہیں ہے دنیا میں، ایک سے ایک موجود ہے۔ یہ صبا رحیم کے چکر میں ندیم کیسے آ گئے....... مجھے حیرت کے ساتھ، ساتھ افسوس الگ ہو رہا ہے۔“
”لڑکی تو خیر اچھی تھی مگر منہ پھٹ تھی اور لڑکیوں کو اس حد تک نہیں جانا چاہیے۔“ سلمیٰ بیگم نے بیٹی کے ثقیل جملوں کو ہلکا کرنے کی سعی کی۔
”امی، آپ نے اس کے بولنے کا انداز نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو پیٹ بھر کے بدتمیز تھی۔ نہ کسی بڑے کا ادب اور نہ چھوٹے کی تمیز، پڑھ لکھ کر اور میڈل حاصل کر کے اپنے آپ کو افلاطون علیحدہ سمجھ رہی تھی۔ آج کی مائیں اپنی بیٹیوں کی تربیت کرتے وقت یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ پٹر پٹر بولنا ہمیشہ سود مند نہیں ہوا کرتا۔ ایسی لڑکیاں اپنی ماؤں کی بھلا کیا سنیں گی وہ تو شاید اپنی بھی نہیں سنتی ہوں گی۔“
”مجھے تو افسوس ہو رہا ہے کہ ندیم کو وہ صبا ہی کیوں پسند آئی۔ آخر اس کے آفس میں اور بھی تو لڑکیاں تھیں تو پھر اسے وہی کیوں اچھی لگی؟“ سلمیٰ بیگم کو ہنوز افسوس ہو رہا تھا۔
”امی جان، آپ کے بیٹے کو وہ اس لیے پسند آئی ہو گی کہ ان محترمہ نے اپنے خوب لٹکے جھٹکے دکھائے ہوں گے ناں۔“
”مگر وہ تو کسی سے شادی ہی نہیں کرنا چاہتی تو خواہ مخواہ کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کیوں کرے گی۔“ سلمیٰ بیگم کو اپنی بیٹی کی یہ بات کسی طور سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔
”امی آج کل یہ فیشن چل رہا ہے۔ جس طرح لڑکے والے اس طرح کی بکواس کیا کرتے ہیں کہ ہم نے فلاں، فلاں لڑکی ناپسند کی، اب لڑکیاں بھی اسی طرح کے بیانات دے کر خوش ہوا کرتی ہیں۔“
”ہوتے ہوں گے ایسے لوگ مگر یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔“
”اب یہی سب چل رہا ہے۔“ سبین تمسخر سے کہہ رہی تھی۔
”مجھے تو ندیم پر حیرت ہو رہی ہے اس نے پہلے اس سے پوچھا کیوں نہیں؟“
”وہ تو اسے پہچانا ہی نہیں۔ تو کیا پوچھتا اس سے؟“

''پھر بھی اسے اتنا تو پوچھنا چاہیے تھا کہ وہ اس سے شادی کرے گی بھی یا نہیں۔ ساتھ کام کرنے والے آپس میں اتنی بات تو پوچھ ہی سکتے ہیں۔''

''امی اگر ہمارا بھائی اس فنکارہ کو اچھی طرح پہچان جاتا تو شاید آج یہ نوبت ہی نہ آتی۔'' اور ندیم خان اپنے کمرے میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔

''کیا میں صبا رحیم کو نہیں پہچان پایا یا پھر وہ مجھے نہیں سمجھ سکی اور کہیں یہ سبین آپا۔ کی بات سچی تو نہیں کہ اس نے ایسا سب کچھ جان بوجھ کر کیا ہو۔ نہیں، وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔ وہ میری عزت کرتی ہے۔ میرا خیال رکھتی ہے...... نہیں، میری سبین آپا زیادہ صحیح سمجھتی ہیں۔ انہوں نے تو اسے ایک ملاقات میں ہی جانچ لیا تھا، میں اگر اس کی تصاویر پہلے دیکھ لیتا تو شاید یہ نوبت ہی نہ آتی۔ مگر تصاویر تو میری بھی اس کے گھر گئی تھیں۔ آپا نے تو یہاں تک بتایا تھا کہ ان کی ماں نے ہمارے آنے سے قبل ہی فیس بک سے میرے بارے میں تمام معلومات حاصل کر لی تھیں...... تو اس کا مطلب کیا ہے؟ صبا واقعی جھوٹی ہے۔ وہ مجھ سے شاید کھیل رہی ہے یا واقعی مجھ سے فلرٹ کر رہی ہے۔'' اب اسے صبا پر بے تحاشا غصہ آ رہا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا گلاس جب پوری قوت سے میز پر رکھا تو وہ چور، چور ہو چکا تھا۔ شاید اگر صبا رحیم اس کے سامنے ہوتی تو وہ اس پر بے تحاشا برس پڑتا۔

☆☆☆

آج راحیلہ کو اپنے ساتھ لے کر کریم اس کے گھر آیا تھا اور شہلا نے قصداً اپنے آپ کو اپنے کمرے میں بند کر لیا تھا۔ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ اس کی شکل بھی دیکھے۔ ذکیہ بیگم کئی دفعہ اسے بلانے آئی تھیں مگر اس نے سر درد کا بہانہ بنا لیا تھا اور جب راحیلہ اسے بلانے چلی آئی تو وہ بولی۔

''تم کیوں چاہتی ہو کہ میں تمہارے چھچھورے سے شوہر کے سامنے آؤں جس کی ہر بات پر مجھے غصہ آیا کرتا ہے۔''

''پلیز آپا! کریم اپنی بے عزتی محسوس کر رہے ہیں کہ اُن کے آنے پر کسی کو کوئی خوشی نہیں ہو رہی۔''

اور جب وہ سر اور منہ لپیٹے اس کے سامنے آئی تو وہ کھل سا گیا۔

''آپ کی بہن کو گرمیوں کے کپڑے دلوانے ہیں۔ آپ سے بہتر کون انہیں شاپنگ کروا سکتا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''میری تو آج طبیعت ٹھیک نہیں ہے کہیں نہیں جا سکوں گی۔'' اس نے ٹالنے کے انداز میں کہا۔

''ارے...... رے...... کیا ہوا، زیادہ طبیعت خراب لگ رہی ہے تو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں آپ کو؟'' اس کے لہجے میں جیسے پریشانی گھلی ہوئی تھی۔

''نہیں، نہیں...... ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں، دوا کھالی ہے میں نے۔'' شہلا نے بے اعتنائی سے کہا۔

''تو پھر کس دن میں آ جاؤں راحیلہ کو لے کر۔'' وہ اسے بڑی رغبت سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''کریم بھائی، آپ کو ساتھ آنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے جب میری طبیعت ٹھیک ہوئی تو میں اسے خود ساتھ لیتی ہوئی مارکیٹ چلی جاؤں گی۔''

''مگر میں تو خود بھی راحیلہ کے ساتھ جانا چاہ رہا تھا۔''

''یوں کریں آج آپ اپنی پسند کی شاپنگ راحیلہ کو کروا دیں اور جب مجھے فرصت ملے گی تو میں اسے ساتھ لے جاؤں گی۔''

''اور آپ کو کب فرصت ملے گی؟'' اس کا لہجہ اب تمسخرانہ سا ہو گیا تھا۔

''پتا نہیں۔'' وہ لاتعلقی سے بولی۔

''ہوسکتا ہے فرصت تو مل جائے مگر جانے کا موڈ نہ بنے۔'' وہ پھر کلساتے ہوئے لہجے میں بولا۔
''ہاں ایسا بھی ہوسکتا ہے۔''
''اور اس پر لوگ یہ کہتے ہیں کہ شہلا کو اپنی بہن سے بے حد محبت ہے۔'' وہ راحیلہ کو تنگ کرد یکھتے ہوئے بولا۔
''لوگوں کی باتوں کا تو آپ کو یقین ہی نہیں کرنا چاہیے، وہ تو اوندھی سیدھی باتیں کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔''
''تو یہ کہنا چاہتی ہو تم کہ تمہیں اپنی بہن سے محبت اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ تمہاری سوتیلی بہن ہے۔'' اب وہ بدتمیزی سے بولا شاید آپ، آپ کی گردان کرتے ہوئے وہ تھک چکا تھا۔
''مجھے اپنی بہن سے کتنی محبت ہے اس کے لیے نہ مجھے کسی قسما قسمی کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی بیان دینے کی۔ راحیلہ مجھے جانتی ہے اور میں راحیلہ کو اور مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کو بھی یہ یقین دلاؤں۔''
''صاف کیوں نہیں کہہ دیتیں کہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔'' وہ ہنسا۔
''کہا ناں میں نے، مجھے لوگوں کی پروا ہے ہی نہیں۔''
''ٹھیک ہے بھئی، جیسے آپ کی مرضی...... چلو راحیلہ! آج تو تمہاری آپا کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ آئندہ جب بھی ان کو فرصت ملی یا ان کا دل چاہا تو وہ تمہیں گرمیوں کے سوٹ دلوا دیں گی اور اگر نہ دلوا سکیں تو تم میری کسی بھی بہن کے ساتھ چلی جانا۔ میری بہنیں اپنا ضروری کام چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں گی۔ اس لیے کہ وہ میری بہنیں ہیں جو مجھ سے محبت کرتی ہیں اور میری ہر بات ان کے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے اور میری بہنوں اور تمہاری بہن میں بس یہی ایک فرق ہے۔'' اب نہ صرف وہ تمسخر سے ہنس رہا تھا بلکہ ہنسی کے دوران شہلا کے بارے میں راحیلہ سے دھیمے لہجے میں کچھ کہہ بھی رہا تھا جو قدرے فاصلے پر کھڑی شہلا کو بھی صاف سنائی دے رہا تھا مگر وہ اسے اگنور کیے کھڑی تھی اور اِدھر راحیلہ، کریم کا یہ انداز دیکھ کر دکھ اور غم سے پیلی پڑ رہی تھی۔

☆☆☆

''امی جب رئیسہ آنٹی اسی شہر میں ہیں تو عامر بھی یہیں ہوں گے۔ اس کا مطلب تو یہی ہے ناں...... ان سے بھی کبھی ٹکراؤ ہو جائے گا۔'' ایک دن میں نے کچھ سوچتے ہوئے امی سے کہا۔
''ہاں... وہ اس کی بیوی اور اس کے بچے...... سب دکھائی دے سکتے ہیں۔'' انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
''اچھا ہے، وہ سب مجھے نظر آجائیں تو میں عامر سے پوچھ تو سکوں گی کہ تم جھوٹے رہے یا میں؟''
''جب رئیسہ تمہیں دیکھ کر بھی تمہیں نظر انداز کرتی ہوئی چلی گئیں پھر بھی تم ان سب کی منتظر ہو؟''
''تو کیا نہیں ہونا چاہیے۔ میری آس تو اب اور بڑھ گئی ہے۔''
''ٹھیک ہے جو دل چاہے کرو۔'' وہ تنگ کر بولیں۔ ''تمہاری خالہ کی بھی تو شادی نہیں ہوئی۔ اگر تمہاری بھی نہ ہوئی تو کیا ہے۔ دونوں خالہ، بھانجی ساتھ مل کر رہ لینا۔''
''کیوں، آپ کہیں جا رہی ہیں؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔
''میں ہارٹ کی مریضہ کب تک ساتھ دے سکوں گی تمہارا؟''
''ایسی باتیں نہ کیا کریں امی! کس کا کس کے ساتھ کتنا ساتھ ہے یہ تو کسی کو بھی نہیں پتا۔''
''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ جو پسند آجائے اسی سے شادی کرلو۔''
''اگر میں کسی سے شادی کرلوں اور عامر آجائے تو...... وہ تو مر جائے گا۔''
''اگر عامر اپنی بیوی کے ساتھ تمہیں نظر آجائے تو کیا تم بھی اسی وقت پٹ سے مر جاؤ گی۔'' امی نے غصے

بھرے لہجے میں پوچھا۔

''صرف دکھ ہوگا مگر مروں گی تو اپنے وقت پر ہی ناں...... جب موت کا بلاوا آئے گا۔''

''تو سمجھ لو کہ یہ شادی بھی قدرت کی جانب سے ہی ہوتی ہے۔ جس سے ہونی ہوتی ہے وہی آ جاتا ہے اور جس سے نہیں ہونی ہوتو وہ قریب بھی ہوتو دور چلا جاتا ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔'' میں نے امی کی آنکھوں میں آنسو بھرے دیکھے تو ان کے ہاتھ تھام کر کہا۔

''میری باتیں تمہیں ٹھیک بھی لگتی ہیں مگر کرتی تم وہی ہو، جو تمہارا دل چاہتا ہے اپنی ماں کی تو بات مانتی نہیں ہو۔''

''اچھا، صرف چند ماہ اور انتظار کرلوں...... اس کے بعد...... جو آپ چاہیں اور جہاں بھی چاہیں میں انکار نہیں کروں گی۔''

''مجھے تو سین کا بھائی اچھا لگا تھا۔ تصویر میں ہی کتنا بردبار سا نظر آ رہا تھا۔''

''مگر مجھے تو وہ خاتون بہت تنک چڑی سی لگی تھیں۔''

''وہ تو بہن تھی ناں، تمہارے انکار سے بدظن ہوئی تھی اور اسے تم پر غصہ بھی ٹھیک آیا تھا۔ مجھے تو سین بالکل بھی بری نہیں لگی۔''

''اگر ان کا بھائی بھی ایسا ہی غصے کا تیز ہوا تو؟ میں تو ایسے شخص سے شادی تو کیا بات تک کرنا پسند نہیں کروں گی۔''

''تصویر میں تو وہ بڑا ٹھنڈے مزاج کا نظر آ رہا تھا۔ بات آگے بڑھتی تو ہم اس سے ملاقات بھی کر لیتے مگر تم نے تو آ کر فوراً ہی منع کر دیا تھا۔''

''میں نے تصویر تو نہیں دیکھی تھی مگر صرف تصویر دیکھ کر اتنی بڑی، بڑی رائے قائم نہیں کیا کرتی کہ جب تک کسی سے ملا نہ جائے اس وقت تک کوئی کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''اچھا تو دو چار ماہ کے بعد تم وہی کرو گی جو میں چاہوں گی؟''

''ہاں امی، بالکل وہی کروں گی اور آپ دعا کریں عامر جلدی سے ہمیں مل جائے اور وہ بھی میرا انتظار کر رہا ہو۔''

''اللہ کرے وہ ہمیں کبھی نہ ملے اور اگر ملے بھی تو اس کی شادی ہو چکی ہو اور وہ تمہیں بھول چکا ہو۔'' امی نے بے رحمی سے کہا تو مجھے چکر سا آ گیا۔

☆☆☆

چھوٹی خالہ سو رہی تھیں اور کریم اپنے کسی کام سے باہر نکلا ہوا تھا اور آج وہ اس کا موبائل اپنے ساتھ لے جانا بھول گیا تھا۔ ورنہ شادی کے دوسرے ہی دن اس نے راحیلہ کا موبائل اپنے پاس رکھتے ہوئے کہا تھا۔

''اب یہ میرے پاس رہا کرے گا اور اگر تمہیں کسی کو بھی فون کرنا ہو تو میرے سامنے بات کر سکتی ہو۔''

''اب مجھے اپنی ماں سے بات کرنے کے لیے بھی پہلے آپ سے اجازت لینا ہوگی؟''

''ہاں، یہی سمجھ لو۔ شادی کے بعد لڑکیاں اپنے میکے میں ہر خبر اسی سے تو بھیجا کرتی ہیں۔''

اور اس کے بعد اس نے کسی کو فون ہی نہیں کیا۔ ماں کا یا شہلا کا فون آتا تو وہ اسے فون دے دیتا اور وہ جب تک بات کرتی وہ اس کے سر پر کھڑا رہتا اور جملے راحیلہ کے حلق میں پھنسنے لگتے۔ بات کرنے کے بعد بھی اس کی بے چینی ختم نہ ہوتی۔

آج موقع اچھا تھا۔ پتا نہیں کیسے وہ اس کا موبائل بھول گیا تھا جسے وہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اس نے شہلا کو فون کیا تو اس نے اٹھاتے ہی پوچھا۔

''آج اپنی بہن کی یاد کیسے آ گئی؟ شادی کے بعد تو تم نے صرف آنا ہی نہیں چھوڑا بلکہ خود سے فون کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اتنی بھی کیا مصروفیت کہ فون بھی نہیں کرتی ہو تم۔''

''آپا! تم جلدی سے شادی کر لو اور بس...... پلیز آپا!'' وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''بات کیا ہے آخر؟ تم اپنی سسرال میں خوش تو ہو؟''

''آپ ٹھیک کہتی تھیں کریم جیسا ہے ویسا نظر نہیں آتا آپا...... وہ تو بالکل ہی مختلف ہے اور بے حد عجیب بھی۔''

''کیا وہ تمہیں تنگ کر رہا ہے؟'' شہلا نے پوچھا۔

''یہ لفظ میرے دل کی ترجمانی نہیں کر سکتا۔'' وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''تم کہو تو میں اس کا دماغ درست کروں آ کر؟''

''نہیں آپا، ایسا ہر گز مت کرنا ورنہ میری جان مزید مصیبت میں آ جائے گی۔''

''تو پھر میں کیا کروں کہ وہ ٹھیک ہو جائے؟''

''آپا، آپ جلدی سے شادی کر لو، کریم ٹھیک ہو جائے گا۔''

''مگر میرے شادی کرنے سے تمہارے مسائل کیسے ختم ہوں گے؟''

''میرے مسائل تو آپ کی وجہ سے ہی شروع ہوتے ہیں۔'' آخر وہ کہہ ہی گئی۔ ''کاش آپ کی شادی میری شادی سے پہلے ہو چکی ہوتی۔''

اس کی بات پر شہلا سناٹے میں آ گئی۔ گو راحیلہ نے کھل کر کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی مگر عقل مند کے لیے اشارہ کافی تھا۔ کریم کو وہ نیچ ذہنیت کا تو سمجھتی تھی مگر وہ مہا نیچ ہو گا یہ اس کو نہیں معلوم تھا۔

اِدھر راحیلہ کو بھی علم تھا کہ کریم گھر آ کر کال رجسٹر ضرور چیک کرے گا۔ موبائل کے بارے میں اس کی معلومات صفر تھیں۔ اس لیے اسے آتا دیکھ کر اس نے اپنا موبائل نند کے چھوٹے بچے کے ہاتھ میں پکڑا دیا تھا جسے پا کر وہ دلچسپی سے کھیل رہا تھا اور جب کریم نے بچے کے ہاتھ سے اس کا موبائل لیا تو غصے سے بولا۔

''دیکھو تو اس نے ہر بٹن دبا ڈالا ہے کتنے تو نمبر ڈیلیٹ ہو گئے۔ اندھی ہو تم...... اتنا بھی نہیں دیکھتی ہو کہ بچے موبائل توڑ بھی سکتے ہیں۔''

''مگر میں نے تو کسی کو دیکھا ہی نہیں خالہ کے پاس تھی۔'' وہ ایسی سادگی سے بولی کہ اسے یقین آ گیا کہ راحیلہ کو پتا ہی نہیں چلا تھا کہ وہ موبائل گھر میں بھول گیا تھا۔

☆☆☆

راحیلہ کی باتیں سن کر شہلا کا دل چاہا تھا کہ وہ چھوٹی خالہ کے گھر جا کر کریم کو بے نقط سنائے مگر ان معاملات کو کبھی اس طرح نہیں سلجھایا جا سکتا اس کا اسے اندازہ تھا۔

''یا اللہ میں ایسا کیا کروں جو میری بہن کی خانگی زندگی سے ہر کانٹا نکل جائے۔'' وہ جائے نماز پر ماتھا ٹکائے روتے ہوئے دعا مانگ رہی تھی۔ ''میری بہن کی شادی کو ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں کہ اس کی ہنسی تک روٹھ گئی۔'' وہ از خود پریشان ہو رہی تھی۔ ''مجھے اس شہر سے کہیں چلے جانا چاہیے نہ کریم مجھے دیکھے گا اور نہ ہی وہ راحیلہ کو پریشان کرے گا مگر کراچی سے باہر کوئی عزیز رشتے دار تو کیا کوئی دوست تک نہیں....'' کراچی سے باہر تو وہ نہیں جا سکتی۔ اب وہ آئینے کے سامنے کھڑی جیسے اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی۔

''اللہ حارث کے دل میں میری محبت ڈال دے اور وہ مجھے بیاہ کرلے جائے تو پھر......'' یکبارگی پرانی تمناؤں نے پھر انگڑائی لے کر اسے گدگدایا۔

''ہونہہ...... ایسا میرا نصیب کہاں۔'' ایک آہ اس کے لبوں سے آزاد ہوگئی۔

''نہ میری شادی کہیں ہوگی کہ حارث کے علاوہ میں کسی اور سے شادی تو کروں گی بھی نہیں ساری زندگی اسی گھر میں گزرے گی۔ کریم یہاں آکر میرا دل جلائے گا اور یہاں سے جاکر میری لاڈلی بہن کا۔'' وہ افسردہ تھی۔

''اس رذیل شخص کے سامنے اب میں آؤں گی ہی نہیں۔'' اس نے سوچا۔ ''اور جب وہ مجھے دیکھے گا ہی نہیں تو باتیں کب تک بنائے گا۔ ہاں، یہ ٹھیک ہے جب وہ آیا کرے گا تو میں اپنے کمرے سے ہی نہیں نکلوں گی۔'' اس کے دماغ نے بھی دل کی بات کو پاس کردیا۔

اگلے دن شام کو وہ پائپ سے صحن دھو رہی تھی اور گنگناتے ہوئے صحن کے اطراف میں رکھے ہوئے گملوں میں بھی پانی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے پڑوس کے بچے سے دہی منگوایا تھا دروازہ بجا تو وہ دروازے کی طرف پشت کیے، کیے بولی۔

''دروازہ کھلا ہے۔ اندر آجاؤ اور دہی کچن میں رکھ دو۔''

''مگر میں تو دہی لے کر نہیں آیا۔'' کریم نے شوخی سے کہا۔

وہ بدحواس ہوکر۔ پلٹی تو غیر ارادی طور پر پانی کا پائپ بھی کریم کی طرف ہوگیا اور وہ پانی میں نہا گیا۔

''ارے...... رے...... یہ کیا کررہی ہو...... شہلا! یہ تو زیادتی ہے۔'' اس نے بدحواس سی کھڑی شہلا کے ہاتھ سے پائپ لے کر اس کی طرف کردیا اور وہ پریشان ہوکر اندر کی طرف بھاگی اور کریم پانی سے اس کے بھیگے وجود کو دیکھ کر پھر لڑکھڑا سا گیا اور وہیں صحن میں ہی بیٹھ گیا۔

''راحیلہ کو بھی لے آتے اپنے ساتھ۔'' ذکیہ بیگم اس کی آواز سن کر کمرے سے باہر آئیں تو اسے دیکھ کر بولیں۔

''ٹھیک ہے کل لے آؤں گا۔ آج اس کا کہیں اور جانے کا پروگرام تھا۔''

''چائے بنواؤں تمہارے لیے؟'' وہ پوچھ رہی تھیں۔

''نہیں خالہ، اس وقت تو لسی پینے کو دل چاہ رہا ہے۔''

''شہلا...... ذرا لسی تو بنا کرلے آ......'' خالہ اسے آوازیں دے رہی تھیں۔

اور وہ کمرا بند کیے اپنے بستر پر پڑی تھی۔

''کیا سوگئیں؟'' انہوں نے دروازہ دھڑ دھڑایا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے باہر آنا پڑا۔

اور جب وہ لسی کا گلاس اس کے سامنے پٹخ کر واپس اپنے کمرے میں جارہی تھی تو کریم اس کو دیوانوں کی طرح دیکھے جارہا تھا گو کہ وہ نماز کا بڑا سا دوپٹا لپیٹے باہر آئی تھی مگر اس کے چہرے پر چپکے گیلے بال اس کے حسن میں مزید اضافہ کررہے تھے اور کریم کی بے قراری اور بڑھ گئی تھی۔

وہ لسی پینے کے بجائے اسی طرف دیکھے جارہا تھا جہاں وہ غروب ہوئی تھی اور ذکیہ بیگم کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی پاگل ہو۔

کریم نے جب اپنی خالہ کو اپنی جانب محویت سے دیکھتا پایا تو وہ فوراً کینچلی بدل کر بولا۔

''خالہ ایک بات کہوں میں آپ سے، اگر آپ برا نہ مانیں تو...... مگر مجھے لگ رہا ہے کہ آپ برا تو ضرور مانیں گی۔''

''اگر برا ماننے کی ہوئی تو ضرور برا مانوں گی۔'' وہ غصے سے بولیں۔

''چلیں مان لیجیے گا مگر میں سچی بات ضرور کہوں گا۔'' وہ اب ان کے مقابل آ کر بیٹھ گیا تھا۔
''ہاں بکو۔'' ان کا غصہ شاید سوا نیزے پر پہنچ گیا تھا۔ کس طرح وہ شہلا کو ندیدے پن سے دیکھ رہا تھا۔
''آپ کی دونوں بیٹیوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔'' وہ اپنی بات کہہ کر طنزیہ لہجے میں ہنسا۔
''یہ فرق تمہیں پہلے نظر نہیں آیا تھا؟''
''آیا تھا مگر اتنا زیادہ نہیں۔'' وہ تحقیر سے بولا۔
''تو اب میں کیا کر سکتی ہوں؟ یہ سب تو تمہیں پہلے دیکھنا چاہیے تھا ناں۔'' وہ سمجھ رہی تھیں کہ اب وہ شاید راحیلہ کے دکھڑے روئے گا۔
''آپ کی راحیلہ تو ہیرا لڑکی ہے اور شہلا تو پتھر ہے۔'' اب وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر محبت سے کہہ رہا تھا۔
''یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟'' اب وہ حیرت سے کریم کو دیکھ رہی تھیں اور ان کا لہجہ یک دم شیریں ہو گیا تھا۔
''ہاں خالہ، میری راحیلہ کا لہجہ تو شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور یہ شہلا تو ایسے کڑوے لہجے میں بات کرتی ہے جیسے اپنے بہنوئی کی بے عزتی کر رہی ہو۔ آپ کے سامنے لسی بھی ایسے دے کر گئی ہے جیسے میرے منہ پر مار کر گئی ہو۔''
''اب اگر وہ پاگل ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں بیٹا۔'' وہ ہنس رہی تھیں۔ ان کا ملال لمحے بھر میں رفو چکر ہو گیا تھا۔
''پاگل نہیں ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔ ''پاگل نہیں ہے وہ...... بس پاگل کرنا جانتی ہے۔'' اس کا دل ایک ہی بات بڑبڑا رہا تھا۔

''پتا ہے تمہیں۔ وہ جس لڑکے کے پیچھے پڑی ہوئی تھی وہ جو بینک میں کام کرتا ہے۔''

''ہاں، ہاں وہ حارث جو بینک میں منیجر تھا۔'' کریم نے چونک کر اور قدرے دکھ سے پوچھا۔

''اس کی باتوں کی وجہ سے تو وہ بھاگا تھا بلکہ ایک دن میں نے سنا......''

''کس سے سنا...... کیا حارث یہاں آیا تھا؟'' کریم نے گڑبڑا کر پوچھا۔

''میں گھسنے دوں گی کسی ایرے غیرے کو کیا؟''

''تو پھر کس سے سنا آپ نے؟''

''راحیلہ سے کہہ رہی تھی بلکہ رو، رو کر کہہ رہی تھی کہ اس نے اسے خوب ڈانٹ پلائی کہ تم میرے پاس کیوں آتی ہو...... میرے سامنے بھی مت آیا کرو۔ جب بھی تمہیں دیکھتا ہوں۔ میرے پاس کوئی پریشانی آجاتی ہے۔''

''ایسا کیوں کہا اس نے؟'' اب کریم حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

''ارے منحوس بھی تو ہے یہ... تمہیں پتا نہیں کیا؟''

''ہاں بھلا مجھے کیا پتا؟''

''ایک مرتبہ کسی شادی میں گئی تو اس کی نحوست وہاں ایسی پڑی کہ اول تو شادی کا کھانا کم پڑ گیا اور جس، جس نے کھایا سب کو ہیضہ ہو گیا۔ ایک بار میں اس کو ریل میں لے کر بڑے ماموں کے ہاں جا رہی تھی تو ریل پٹڑی سے اتر گئی۔ کتنی مشکلوں سے ہم واپس گھر پہنچے تھے اس منحوس کی وجہ سے۔''

''خالہ اس منحوس لڑکی کی شادی آپ کو پہلے کرنی چاہیے تھی۔''

''کون کرے گا اس سے شادی؟''

''آپ جس کو حکم دیتیں...... مجال ہے کہ وہ آپ کے حکم سے سرتابی کرتا۔'' کریم نے جیسے دل کی بات کہہ دی۔

''سچی بات کہوں، جس سے بھی اس کی شادی ہوئی...... وہ سر پکڑ کر روئے گا۔ اس ٹائپ کی لڑکیاں گھر کرنے والی تھوڑی ہوا کرتی ہیں۔''

کریم خالہ کو دیکھ کر اب تمسخر سے ہنس رہا تھا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہوں میں۔'' لہجے میں تو تلخی رچا کر وہ بولیں۔

''اب ہر لڑکی، کوئی میری راحیلہ جیسی تھوڑی ناں ہوتی ہے۔''

''ہونی بھی نہیں چاہیے۔'' وہ پھر دل میں بڑبڑایا۔

اور شکر ہے ذکیہ اس کے دل کی بات کا اندازہ اس کے چہرے سے بھی نہیں لگا سکی تھیں۔

کریم شاداں و فرحاں سا گھر واپس جا رہا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے وہی لمحہ ٹھہر گیا تھا جب اس کے ہاتھ میں پائپ تھا اور پانی کی تیز دھار اس کے چہرے اور جسم کو بھگو رہی تھی تو وہ پانی کی بوندوں کو کس طرح اپنے ہاتھوں سے بچا رہی تھی۔ دوپٹا تو پہلے ہی قریبی کرسی پر پڑا تھا اور لان کی شرٹ...... اور جب وہ وہاں سے بھاگی تھی تو اس نے اس کے گلابی پیروں سے اوپر بھیگے ہوئے ٹخنے تک دیکھ لیے تھے اور یہ منظر کسی صورت اس کی آنکھوں سے غائب ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

☆☆☆

نہ وہ پاگل ہوا تھا اور نہ ہی بیمار۔ بظاہر وہ پہلے جیسا ہی تھا۔ پہلے ہی کی طرح آفس آ رہا تھا۔ پہلے ہی کی طرح اس کا کام جاری تھا۔ گھر میں بھی...... اس کے رویے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ مگر ندیم خان خود جانتا تھا کہ اب وہ پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔

اب ہنسنا تو دور کی بات...... اسے قصداً مسکرانے میں بھی اذیت سی ہو رہی تھی۔ آفس آنے کو اس کا ذرا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا مگر وہ آرہا تھا۔ بین آپا سے اس دن کے بعد اس موضوع پر دوبارہ بات نہیں ہوئی تھی مگر وہ جب بھی آتیں اسے لگتا کہ وہ وہی بات کرنے آئی ہیں۔ وہ اسے یہی جتانے آتی ہیں کہ کیا تم ہمیں پھر سے بے عزت کروانا چاہتے ہو۔ اس سے کہاں غلطی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آرہا تھا۔ صبا رحیم کوئی مشکل لڑکی تو نہیں تھی۔ وہ تو جیسی تھی سب کے سامنے تھی۔ اس نے تو کبھی اس سے نہ فری ہونے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی لگاوٹ کا اظہار کیا تھا مگر یہ جو کہا جاتا ہے کہ مرد کی محبت بھری نظر ہر لڑکی پہچان لیتی ہے۔ تو کیا وہ نہیں پہچان پائی تھی۔ فرید تو کہتا تھا کہ اس آفس کے دروازے اور کھڑکیاں بھی اس کی چاہت بھری محبت کی گواہی دے سکتے ہیں تو وہ لوہے کی تو نہیں بنی تھی۔ اسے اس کی محبت کا احساس تک نہیں ہوا...... یا پھر وہ تماشے بنانے کی عادی تھی۔

''ہاں شاید وہ اذیت پسند لڑکی ہے۔'' اس نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔

اس سے دلی محبت کرنے کے باوجود اپنے اظہار سے قبل اس نے شائستہ انداز میں اس کی مرضی تک پوچھی تھی۔

''صبا، میری والدہ آپ کے گھر آنا چاہ رہی ہیں۔ آپ کو اس ضمن میں کوئی اعتراض ہو تو میں انہیں پہلے ہی منع کر دوں۔''

''آپ کیوں منع کریں گے؟'' وہ حیران ہوئی تھی۔

''یہی کہ کسی کے گھر جا کر انہیں بور نہ کیا جائے۔''

''نو سر...... میں بور نہیں ہوتی اور نہ ہی میں کسی کو بور ہونے دیتی ہوں۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی اجازت ہے۔'' وہ دبے، دبے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''آپ بھی آئیں گے اُن کے ساتھ؟''

''نہیں، فی الحال تو نہیں آسکتا۔''

''کیوں نہیں آسکتے؟'' وہ معصوم بن کر پوچھ رہی تھی یا اس سے دل کی بات اگلوانا چاہ رہی تھی۔

''ان دنوں، میں آفس میں مصروف ہوں۔ میرے پاس کہاں اتنا وقت ہے کہ چھٹی کے دن بھی گھومتا پھروں۔''

''اوہ...... تو آپ نہیں آرہے۔ میں نے جو اتنی اچھی کافی بنانی سیکھی ہے۔ وہ آپ نہیں پئیں گے۔''

''پھر کبھی پی لیں گے۔'' وہ مسکرایا۔

تو...... وہ کچھ سوچ کر یا پھر شرما کر اچانک ہی اٹھ کر اپنے کیبن میں چلی گئی تھی۔

اس کے یوں اٹھ جانے پر وہ خود ہی تاویلیں دے رہا تھا اور از خود خوش ہو رہا تھا۔

اس وقت وہ آفس سے آکر اپنی ماں کے سامنے بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ بظاہر ان کی باتیں بھی سن رہا تھا مگر اس کا ذہن اسی دشمنِ جاں کی جانب تھا۔

آج وہ ڈارک اور لائٹ پر پل کمبی نیشن سوٹ میں کتنی پیاری لگ رہی تھی۔

بریک میں اسے نماز پڑھتے ہوئے، دعا مانگتے ہوئے دیکھ کر اس کا دل کتنی بار چاہا تھا کہ اس سے کہے۔ ''تم میرے سکونِ دل کی دعا بھی مانگ لو۔'' مگر وہ تو اسے اگنور کر رہا تھا یا اپنے آپ سے جنگ کر رہا تھا۔ اپنی دلی حالت سے بھی شاید وہ بے خبر تھا۔

''ارے بیٹا، اب میں کتنی بار بتاؤں کہ میں کل عدیم کے ساتھ اس کے دوست کے گھر گئی تھی۔'' سلمیٰ بیگم نے گم صم بیٹھے بیٹے کو تیسری مرتبہ بتایا۔

''اچھا، اچھا۔'' وہ چونکنا ہو کر بولا۔

''اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے؟'' اس کے اس انداز پر انہیں تعجب سا ہوا۔
''وہ اس لیے ہوا کہ.....'' لمحہ بھر کے لیے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔
''آپ تو سبین آپا کے بغیر کہیں جاتی ہی نہیں بلکہ اُن کے ساتھ جا کر زیادہ اچھا محسوس کرتی ہیں۔ آپ عدیم کے ساتھ کیسے چلی گئیں۔ اس کی فاسٹ ڈرائیونگ تو آپ کو سخت ناپسند ہے۔'' اس نے جیسے بات بنائی۔
''ارے بھئی عدیم کی دوست کی والدہ بیمار ہیں ناں تو اس کے ساتھ ہی جانا تھا ناں۔''
''اوہ..... یہ بات تھی۔''
''ہاں بیٹا، میں تو اُن کی عیادت کو گئی تھی۔''
''اچھا کیا، ہو آئیں آپ۔'' اب ندیم نے ٹی وی کا ریموٹ اپنے ہاتھ میں لے کر بے وجہ چینلو سرچ کرتے ہوئے کہا۔
''میرا وہاں جانا اچھا ہی ہوا۔ ان کی بیٹی بہت پیاری لگی مجھے اور میں بہانے سے اس کی تصویر بھی لے آئی ہوں۔''
''امی آپ عیادت کرنے گئی تھیں یا عدیم کے لیے لڑکی پسند کرنے؟''
''بعض مرتبہ دو کام بھی ایک ساتھ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ میں ان کے ہاں پہلی مرتبہ گئی تھی مگر وہ گھرانا مجھے بے حد پسند آیا ہے۔''
''چلو، کوئی تو آپ کو پسند آیا۔'' وہ پھیکے سے لہجے میں بولا۔
''تمہیں بھی وہ لڑکی اچھی لگے گی۔''
''میری پسند سے کیا ہوتا ہے، آپ عدیم سے پوچھیے جس کو شادی کرنی ہے، اس کی پسند کافی ہے۔''
''مگر میں نے تو اسے تمہارے لیے دیکھا ہے۔''
''میرے لیے آپ کسی کو نہ دیکھیں۔''
''کیوں نہ دیکھوں؟''
''عدیم کی شادی پہلے نہیں ہوسکتی کیا؟''
''عدیم کی بھی ہو جائے گی مگر پہلے تو تمہاری ہونی چاہیے..... تم عدیم سے پانچ سال بڑے ہو۔''
''امی اب تو لڑکیوں کی شادیاں لائن کے حساب سے نہیں ہوا کرتیں۔ آپ عدیم کی شادی کیجیے۔''
''بیٹا، تم تصویر تو دیکھو۔ نہ پسند آئے تو پھر کہنا۔ وہ تو مجھے صبا سے بھی کہیں زیادہ اچھی لگی۔ تمیز میں، تہذیب میں۔'' سلمٰی بیگم نے اپنا پرس ٹٹولتے ہوئے کہا۔
''مجھے کسی کی، کوئی بھی تصویر دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اپنے کمرے کی جانب جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔
''کیوں..... کیا اپنے آفس کی... اس بدتمیز لڑکی کے لیے تیاگ لے لو گے؟''
''نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ پلٹ کر بولا۔
''اس سے عشق ہو گیا ہے ناں تمہیں؟''
''نہیں تو.....'' اسے اپنا لہجہ خود اجنبی سا لگا۔
''تو کیا..... اس کے علاوہ کسی دوسری لڑکی سے شادی کر لو گے؟''
''ہاں کرلوں گا۔'' وہ پھر جھوٹ بولنے کے انداز میں بولا اور پھر رکا نہیں اور اپنے کمرے میں جا کر ہی دم لیا۔
اپنے بیڈ پر گر کر اسے یوں لگا کہ وہ کتنا کمزور شخص ہے ایک لڑکی کے انکار پر ٹوٹ رہا ہے۔

☆☆☆

چھوٹی خالہ کی ٹانگ کا پلاسٹر اتر گیا تھا اور وہ آہستہ آہستہ گھر میں چل رہی تھیں۔

راحیلہ نے پہلے ہی کی طرح سارا کام سنبھالا ہوا تھا اور وہ ابھی تک خالہ کے چھوٹے سے چھوٹے کام بھی خود ہی کر رہی تھی۔

خالہ نے ایک دن اس کے ہاتھ سے کنگھا لے کر کہا۔ ''میری تو ٹانگ ٹوٹی تھی' ہاتھ تو میرے ٹھیک ہیں اور اب ٹانگ بھی ٹھیک ہو چکی ہے۔ اپنے بال میں خود بھی بنا سکتی ہوں۔''

''خالہ آپ کمزور ہو گئی ہیں ناں، میں آپ کے سر میں تیل لگاؤں گی تو آپ کو سکون بھی ملے گا۔''

''کہا ناں میں نے...... اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مگر تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی ہو۔'' وہ اس کی شکل بغور دیکھتے ہوئے بولیں جو اتری ہوئی سی تھی۔

''مجھے کیا ہونا تھا، میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔'' وہ قصداً مسکرائی۔

''میرے سامنے جھوٹ مت بولو، میں سب جانتی ہوں۔'' وہ اس کے سامنے بیٹھ کر اس کا چہرہ اپنی انگلیوں سے اٹھاتے ہوئے بولیں۔

''خالہ، آپ کیا جانتی ہیں؟'' آنسو اس کے رخساروں پر پھیل گئے۔

''یہی کہ تم خوش نہیں ہو۔'' اُن کا لہجہ وثوق بھرا تھا۔

''نہیں تو، ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' اس نے نظریں جھکائے جھکائے کہا۔

''میری طرف دیکھو۔''

''جی خالہ۔'' نظریں ملا کر، آنکھیں پھر جھک گئیں۔

''تم، کریم کے ساتھ خوش نہیں ہو ناں...؟'' ان کے لہجے میں دکھ گھلا ہوا تھا۔

''خالہ، میں تو ان کے ساتھ خوش ہوں مگر وہ میرے ساتھ خوش نہیں ہیں۔''

''کیوں خوش نہیں ہے وہ؟'' اب حیران ہونے کی باری چھوٹی خالہ کی تھی۔

''میں خوب صورت جو نہیں ہوں۔''

''مگر تو، تو اتنی اچھی ہے۔ اپنی نندوں کے ساتھ بہنوں سے بڑھ کر، ساس کے ساتھ...... بیٹی سے بڑھ کر راحیلہ تجھ سے بڑھ کر تو کوئی خوب صورت ہو ہی نہیں سکتا۔''

''کریم کو ایسی خوب صورتی نہیں چاہیے۔'' وہ اپنی آہیں اپنے گلے میں گھونٹ کر بولی۔

''پھر کیسی خوب صورتی چاہیے اسے؟''

''جیسی شہلا آپا ہیں۔ انہیں ویسی ہی حسین لڑکی چاہیے۔''

''اوہ...... تو یہ بات ہے۔'' چھوٹی خالہ نے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔

''میں تو سمجھتی تھی کریم بڑا سمجھ دار ہے مگر یہ تو باؤلا ہی نکلا۔ مگر تم نے یہ سب جان کر اپنا بالکل ہی خیال رکھنا چھوڑ دیا۔''

اب چھوٹی خالہ اس کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔

''تین دن سے تو تم نے اپنا لباس تبدیل نہیں کیا۔ نئی، نئی دلہن ہو، نہ میک اپ، نہ زیور اور نہ ہی کوئی اور شوق۔''

''کس کے لیے یہ سب کروں؟ جو نظر اٹھا کر مجھے دیکھتا تک نہیں۔''

''ہاں اسی کے لیے کرو۔ وہ دیکھے گا اور ضرور دیکھے گا، کوئی اندھا تھوڑی ہے۔ ہاں بس تھوڑا سا پاگل ضرور

ہے۔'' اب خالہ اسے اپنی دانست میں پاس بٹھا کر بڑے دُلار سے مشورے دے رہی تھیں جنہیں وہ سن کر اپنا سر اثبات میں ہلائے جا رہی تھی۔

☆☆☆

شہلا نے جب سے اپنے اسکول کی جاب چھوڑی تھی وہ سارا وقت گھر میں ہی رہتی تھی۔

ذکیہ بیگم کا خیال تھا کہ وہ جلد کوئی دوسری جاب ضرور ڈھونڈ لے گی کہ اس کی جاب کے بغیر ان کا گزارہ واقعی مشکل تھا۔ مگر جس طرح بے دلی سے وہ گھر میں اپنا وقت گزار رہی تھی انہیں لگ رہا تھا کہ وہ واقعی کہیں بیمار ہی نہ ہو جائے۔ اس لیے ان دنوں وہ اس کا زیادہ خیال رکھ رہی تھیں۔

''شہلا بیٹا! تم راحیلہ کے پاس چلی جاؤ۔ اگر وہ کم، کم آرہی ہے تو تمہیں تو اس کے پاس جانا چاہیے۔''

''آپ ہر دوسرے روز اس کے پاس چلی تو جاتی ہیں۔'' اس نے خاصی بے اعتنائی سے کہا۔

''مگر وہ تمہیں دیکھ کر زیادہ خوش ہوتی ہے۔ کیا میں جانتی نہیں ہوں اور اپنے دل کی بات بھی وہ تم ہی سے کرنے کی عادی ہے۔''

''چلی جاؤں گی کسی دن۔''

''کریم بھی کئی بار راحیلہ کو باتیں سنا چکا ہے کہ تمہاری بہن کو تمہاری اتنی بھی پروا نہیں ہے کہ تمہیں شاپنگ ہی کروا دے۔''

''امی، اب آپ کریم کی باتیں میرے سامنے نہ کیا کریں۔ اگر وہ اچھا ہوتا ناں تو خود ہی راحیلہ کا خیال رکھتا۔ الٹی سیدھی باتیں نہ بنایا کرتا۔'' اس کے ذکر پر وہ برا سامنہ بنا کر بولی۔

''بیٹا! اب وہ تمہارا بہنوئی ہے۔ اب تو اس کا عزت سے ذکر کر لیا کرو مگر تمہارا تو وہی عالم ہے کہ اس کا نام سن کر ہی اچھل کر آتی ہو جیسے وہ کوئی گیا گزرا ہو۔ ایسی بات نہیں ہے، اس کی بہت عزت ہے۔''

''ہاں معلوم ہے مجھے۔ کیسا ہے وہ؟ اور کتنی اس کی عزت ہے۔'' اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئی۔

اس وقت وہ کریم کے موضوع پر کسی سے بھی کوئی ٹاکرا کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

☆☆☆

''انسان کی زندگی میں دو گام ضرور آتے ہیں۔ کسی کے دل میں اتر جانا یا دل سے اتر جانا......'' وہ سوچ رہا تھا۔ عام طور پر رات بارہ بجے تک وہ لازمی سو جایا کرتا مگر اس وقت تین بج رہے تھے اور نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

''میں تمہارے دل میں داخل ہونے سے پہلے ہی اتار دیا گیا بلکہ جتلا دیا گیا خبردار اس جانب دیکھنا بھی نہیں۔ وہ تمہارے لیے ممنوعہ چیزوں میں سے ایک ہے۔ ایسا کون سا وہ شہزادہ ہے جس سے منگنی کے بعد بلکہ جس کے فرار ہو جانے کے بعد بھی وہ اسی کے نام کی مالا جپ رہی ہے۔ ہوگا کوئی...... مجھے کیا۔ جس راہ جانا نہیں اس طرف تو دیکھنا بھی نہیں چاہیے۔'' اس نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سمجھایا۔

مگر دلِ ناداں سمجھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اسے یاد آرہا تھا غیر ارادی طور پر ٹیبل کی دراز میں آنے والی اس کی زخمی انگلی دیکھ کر اس کا پریشان ہو جانا۔ کیسے آگے بڑھ کر اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور انگلی کو اپنے ہاتھ سے دباتے ہوئے کس معصوم بھرے لہجے میں کہا تھا۔

''ابھی خون بند ہو جائے گا۔ میری امی اسی طرح کرتی ہیں۔'' فرید بھی مسکرائے بغیر نہیں رہا تھا اور اس کے

کمرے سے باہر جانے کے بعد بولا۔
''کل میں بھی اپنا ہاتھ دراز میں دوں گا۔ تو دیکھنا اس سمیت پورا اسٹاف شور مچاتا ہوا آفس سے باہر نکل جائے گا مگر میرا ہاتھ کوئی نہیں تھامے گا۔''
''ہاں، پاگلوں کی حرکتیں دیکھ کر لوگ اسی طرح کیا کرتے ہیں۔'' ندیم خان بے اختیار ہنس دیا تھا۔
''اور تم جو اس کے لیے بے کل دکھائی دے رہے ہو اور اس سے بظاہر اخباری گفتگو کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اپنی دراز میں دبا کر کیا اپنے عقل مند ہونے کا ثبوت دے رہے تھے۔''
''یار ایسا بے خیالی میں ہو گیا۔'' وہ واقعی کھسیا گیا تھا۔
''ہم نے تو کبھی بے خیالی میں چھری سے سیب کے بجائے اپنا ہاتھ نہیں کاٹا اور نہ ہی دراز میں کاغذات رکھتے ہوئے اپنی انگلیاں فگار کیں۔''
''تو تیرا یہ خیال ہے کہ میں نے یہ سب اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے کیا تھا؟''
''نہیں، تم یہ چاہتے تھے کہ یہ دیکھو کہ وہ تمہیں کتنی اہمیت دیتی ہے۔''
''مگر وہ اپنے سوا کسی کو کوئی اہمیت نہیں دیا کرتی۔'' اس نے فرید سے کہا تو وہ ہنس دیا۔
''اور ایسی لڑکیاں شادیاں کیا ہی نہیں کرتیں۔'' فرید کا لہجہ وثوق بھرا تھا۔
''ایسا کیوں کہہ رہے ہو تم؟''
''یار، لڑکیوں کی قسم ایک ایسی بھی دریافت ہوئی ہے جو اپنے خیالی محبوب سے محبت کرتی ہیں اور تب انہیں زمین پر رہنے والا کوئی بھاتا ہی نہیں۔''
''ایسا تم کس وجہ سے کہہ رہے ہو۔ تمہاری تو شادی ہوئے بھی پانچ سال کا عرصہ گزر گیا۔''
''یار، کہانیاں تو ساتھ، ساتھ چلا کرتی ہیں۔ جب یہ یونیورسٹی میں پڑھتی تھی تو میرا کزن اس کے ساتھ تھا۔ یہ صبا صاحبہ کیسے لڑکوں سے دور بھاگتی تھی اور پھر جہاں یہ پروڈکشن ہاؤس میں کام کرتی تھی تو وہاں اداکاروں میں سے کئی ہیروز بھی اس کی جانب لپکے تو یہ ان سے بھی دور بھاگی اور اب یہ ہمارے اخبار میں ہے اور مجھے تمہاری آنکھوں میں اس کے لیے محبت کی لہریں ٹھاٹھیں مارتی نظر آ رہی ہے تو میں تم کو پہلے سے وارن کر رہا ہوں کہ یہ تم کو گھاس بھی نہیں ڈالے گی۔''
''فرید صاحب گھاس کھاتے ہوں گے آپ، مجھے...... الحمدللہ میں مزے دار کھانے کھایا کرتا ہوں۔ اس لیے میرے لیے فکر مند مت ہوں۔''
''یار میں تو تمہیں سمجھا رہا تھا اور تم خواہ مخواہ تپ گئے۔'' فرید نے اس کا موڈ بحال کرنے کی کوشش کی۔
''میں لڑکیوں کے پیچھے لپکنے والا کوئی فلمی چھوکرا نہیں ہوں جسے ہیروئین کی چاہت حاصل کرنے کے لیے اپنی عزتِ نفس بھی چاہے داؤ پر لگانی پڑ جائے تو وہ اس کی فکر نہیں کیا کرتا۔''
اور اب اسے اپنی ہی کہی ہوئی باتیں غلط لگ رہی تھیں۔ محبت کرنے والا ہر لڑکا شاید از خود ہی اپنے آپ کو ہیرو ہی سمجھنے لگتا ہے۔ جیسا فلموں کا ہیرو بے مثالی ہوا کرتا ہے۔ بالکل ویسا ہی۔
''مگر جب کوئی ذی روح مکمل نہیں ہے تو میں کیسے مثالی صفات کا حامل ہو سکتا ہوں اور اسی طرح وہ بھی۔ شاید فرید، اس کے بارے میں بالکل ٹھیک کہتا تھا۔ وہ اپنے خیالی محبوب کی دیوانی ہے اور اس کے لیے ہی اپنی زندگی بتا دے گی۔ پاگل کہیں کی۔'' دلِ ناداں پھر بھی کچھ کہنے سے باز نہیں آیا اور وہ از خود خفت زدہ سا ہو گیا۔

☆☆☆

جون کی گرمی اور پھر آج اس کا روزہ بھی بغیر سحری کا تھا۔ شہلا کا خیال تھا کہ جب امی سحری کرنے کے لیے اٹھیں گی تو وہ اسے اٹھا دیں گی مگر وہ اور ابو تو طبیعت خرابی کے باعث روزہ ہی نہیں رکھ رہے تھے اور جب امی کی آنکھ کھلی تو فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں۔

اور آج اسے راحیلہ کو نہ صرف لان کے سوٹ دلوانے تھے بلکہ اسے اپنی طرف سے اس کے لیے عید کا سوٹ بھی خریدنا تھا۔ یہ راحیلہ کی پہلی عید تھی اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ کہیں کوئی کمی رہ جائے۔ سو وہ اسے میچنگ کی ہر چیز دلوائے چلی جا رہی تھی۔

''آپا اب بس بھی کریں، گھر چلتے ہیں۔'' راحیلہ نے اس سے کوئی تیسری بار کہا۔

''نہیں، ابھی تمہاری چوڑیاں اور پازیب رہ گئی ہیں۔''

''بعد میں لے لیں گے، مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ بھی بہت تھک گئی ہیں۔''

''نہیں، میں نہیں تھکتی، چلو اب سامنے والی مارکیٹ میں...... چوڑیوں کی دکان پر۔''

''رش دیکھیں تو کس قدر بڑھ گیا ہے۔'' راحیلہ نے سیڑھیوں کی طرف لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر اسے روکنا چاہا۔

''ارے بھئی چلو ناں۔'' شہلا نے اس کا ہاتھ تھاما اور تیزی سے آگے بڑھی۔

اب وہ راحیلہ کا ہاتھ پکڑے تیزی سے بڑھتی چلی جا رہی تھی اور پھر کوئی تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے اس سے ٹکرایا۔ دوسرے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز اس کے ہاتھ سے گر پڑے۔

''سوری مس......'' ٹکرانے والے نے بیگز سمیٹ کر اس کی جانب دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

یہ حارث تھا جو ابھی اپنے دوست ریحان سے میٹنگ کر کے اس مال میں آیا تھا کہ اپنی ماں کے لیے کچھ لے لے مگر یہاں تو شہلا نظر آ گئی تھی۔

اور اس کے کان میں ریحان کی باتیں گونج رہی تھیں۔ ''ساجد کے بارے میں جو بات مجھے معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود اسے خوب صورت لڑکیوں کی سنگت میں رہنا بہت پسند ہے۔ براؤن آنکھیں اور شہد جیسے براؤن بال اسے بے حد پسند ہیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ اس کے ہاں جاب کرنے والی تمام لڑکیاں براؤن آنکھوں اور براؤن بالوں والی ہیں۔''

''تو پھر میں کیا کروں؟'' وہ الجھ کر بولا تھا۔

''کوئی براؤن آنکھوں والی لڑکی ڈھونڈو تاکہ اسے ہم وہاں جاب دلوا سکیں تو سمجھ لو، جو کام ہم نہیں کر سکے وہ لڑکی سب حاصل کر کے آ جائے گی۔''

''ریحان یار، ہم کوئی فلم نہیں بنا رہے کہ کوئی ہیروئن ہائر کر کے اس خبیث شخص کے پاس بھیجیں۔ اگر تم شرافت سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے تو میں غیر اخلاقی ہتھکنڈوں سے تو کوئی کام نہیں کروں گا۔''

''میرے بھائی گھی بعض مرتبہ ٹیڑھی انگلیوں سے بھی نکالنا پڑتا ہے۔'' ریحان نے اسے سمجھایا۔

''تو پھر تو ہمیں کسی کال گرل سے رابطہ کرنا چاہیے۔ وہ زیادہ بہتر یہ کام کر سکے گی۔'' حارث کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

''ایک بدمعاش شخص جو خوب صورت لڑکیوں کے ٹولے میں رہنا پسند کرتا ہو۔ وہ سب کو بے حد معزز اور نیک نظر آ رہا ہے تو اس سے اس کے دل کی بات غیر اخلاقی انداز سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی شفاف طریقہ ہے ہی نہیں۔''

''سوری یار، تم چھوڑو اب یہ سب۔''

میں عظمیٰ حمید زہری اور میرا اوستہ محمد

تعلیم میری انٹر ہے کیونکہ اس کے بعد رزلٹ کا انتظار کیے بنا کسی اور کی زندگی سنوارنے پہنچے...... ابھی تو میں خود تھوڑی، تھوڑی بات پر روتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور روتا میری گود میں ڈال دیا ہاں جی 2012ء میں بیٹے کی ماں بنی پھر خود کو بھول کر اسے خاموش کرانے میں تین سال لگے۔ وہ چپ ہوا تو ہم نے سکھ کی سانس لینی چاہی لیکن لے نہ پائے کیونکہ پھر کیوٹ سی بیٹی زندگی میں رنگ لیے آگئی ابھی تو اسے جی بھر کر پیار بھی نہ کر پائے کہ دوسری بیٹی بھی رنگوں، خوشیوں اور رونق میں اضافہ کرنے پہنچ گئی۔ کیا کریں کل تک خود اسکول جاتے تھے آج بچے اسکول جانے لگے ہیں۔ زندگی بھاگ رہی ہے اور ہم زندگی کو پکڑنے میں ہی ہلکان ہوئے جارہے ہیں۔ میرا شوق مطالعہ (ناولز، ڈائجسٹ، اسلامی بکس) اب قرآن پاک تو ہر کوئی شوق سے پڑھتا ہے ایک اور شوق بھی ہے ایک حسین سپنا ہے کعبہ کی زیارت، تعلق صوبہ بلوچستان کے گاؤں (محمد مراد زہری سے) لیکن ابھی رہتی اوستہ محمد میں ہوں، بھئی جہاں سر کے تاج ہوں گے وہیں ہم بھی۔ ہمارے شہر اوستہ محمد کی خاصیت یہ ہے کہ وہ انگریزوں کے دور سے یوں ہی آب و تاب سے چلا آرہا ہے۔ انگریزوں کے دور کا اسکول، اسپتال اور جیل آج بھی اسی شان سے ہیں جیسے ابھی انگریز چھوڑ گئے ہوں۔ میرا ارمان ہے میری خواہش ہے کہ میں آپ سے ملوں بلکہ پاکیزہ کے ہر اس فرد سے ملوں جو ذرا برابر بھی پاکیزہ سے جڑا ہو۔

''یار حارث تم میری بات بالکل غلط سمجھ رہے ہو، میں ہر وہ طریقہ جائز انداز میں ہی اپناؤں گا جس سے مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اسے یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اس کے پیچھے یقیناً کوئی ایسی بات ضرور ہوگی جس کی وجہ سے اس نے صرف تم کو ہی نقصان پہنچایا جبکہ اس کے اکاؤنٹس تو دیگر بینکوں کی برانچز میں بڑی خوش اسلوبی سے چل رہے ہیں اور کسی کو بھی ساجد سے کوئی شکایت نہیں ہے۔''

''تو کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ایسی کوئی لڑکی ڈھونڈ سکتا ہوں؟'' حارث کا لہجہ تمسخرانہ سا تھا۔ ''کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو۔''

''کیوں نہیں ڈھونڈ سکتے۔ آخر اتنے عرصے بینک کے منیجر رہے ہو۔ کیا وہاں کوئی بھی بھوری آنکھوں اور بھورے بالوں والی لڑکی نظر نہیں آئی؟'' اب ریحان ہنس بھی رہا تھا۔

''آئی ہوں گی مگر میں نے کبھی کسی کو اتنے غور سے نہیں دیکھا۔''

''کسی کو بھی نہیں دیکھا؟'' ریحان کا لہجہ اب شرارتی تھا۔

''نہیں۔'' حارث کا لہجہ ویسا ہی سنجیدہ تھا اور وہ اس کی شرارت کو بھی نہیں سمجھ رہا تھا۔

''مجھے معلوم ہے تم کچھ نہیں کر سکو گے۔ میں اپنی سیکریٹری سے کہتا ہوں کہ کوئی ایکٹوسی لڑکی اپنی نظر میں رکھے جو انہی صفات کی حامل ہو۔''......

''تمہارا کیا خیال ہے، پتا چل سکے گا کچھ؟'' حارث اس سے اٹک اٹک کر پوچھ رہا تھا۔

''انشاء اللہ ضرور...... تم بے فکر رہو۔ میں تمہارا دوست ہوں تمہاری پریشانی جب تک رفع نہیں ہوگی میں بھی چین سے نہیں بیٹھوں گا اور نہ ہی اب اس مسئلے کو حل کیے بغیر رہ پاؤں گا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ میں اب ریلیکس ہو جاؤں۔'' حارث دھیمے لہجے میں بولا۔

''ہاں یار...... عید قریب ہے۔ تم اس کی تیاری شیاری کرو۔ ورنہ آنٹی اگر تمہارا ہمہ وقت منہ لٹکا دیکھیں گی تو وہ بھی رنجیدہ ہوں گی۔''

''اوہ، میں نے تو ابھی تک امی کے لیے عید کی کوئی شاپنگ نہیں کی اور وہ کبھی خود سے اپنے لیے... کوئی اہتمام نہیں کیا کرتی ہیں۔'' حارث نے چونکتے ہوئے اسے بتایا۔

اور اس وقت وہ اپنی والدہ کے لیے سوٹ لے کر نکلا تھا کہ شہلا سے ٹکرا گیا۔

اس کو اس کے شاپرز دیتے ہوئے وہ اس کی براؤن آنکھوں اور براؤن بالوں کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہو۔ سوری مس کا جملہ ادا کرنے کے بعد اسے پتا چلا تھا کہ شہلا اس سے آج پھر ٹکرا گئی تھی۔

''سنیے آج میں آپ سے نہیں ٹکرائی ہوں، آپ مجھ سے ٹکرائے ہیں۔ میں نے آپ کا راستہ نہیں روکا بلکہ آپ نے روکا ہے۔'' شہلا کا لہجہ ناراضی لیے ہوئے تھا۔

''ہاں، آج واقعی میں آپ سے ٹکرایا ہوں۔'' وہ مسکرایا۔

''مگر اس کے لیے بھی میں آپ سے سوری کرتی ہوں کہ آج بھی آپ کی راہ میں نے کھوٹی کی۔'' شہلا اس کے ہی جملے اسے لوٹا رہی تھی۔

''سوری شہلا، آپ کو میری باتوں سے دکھ پہنچا۔'' اس نے انتہائی شائستہ لہجے میں کہا۔

''کوئی ایسا ویسا دکھ؟ آپ نے تو میری مٹی پلید کر کے رکھ دی تھی۔''

حارث کو اس کا مکالمہ سن کر دل میں ہنسی بھی آئی اور دل چاہا کہ کرارا سا جواب دے کر اس کی طبیعت بھی صاف کر دے۔

''اے پاگل لڑکی...... میرا تم سے ایسا کون سا ناتا تھا جو تم مجھ سے اتنی امیدیں وابستہ کر بیٹھی تھیں۔'' مگر وہ صرف مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔

''مجھے لگتا ہے اللہ نے میری ساری دعائیں سن لی ہیں جب ہی تو آپ سے ملاقات ہو گئی۔'' راحیلہ جو ان دونوں کے قریب اجنبی بنی کھڑی تھی حارث کو اتنے اچھے موڈ میں دیکھ کر بولی۔

''آپ کی تعریف؟'' حارث نے پلٹ کر اسے حیرت سے دیکھا اور قدرے اکھڑ لہجے میں پوچھا۔ ''یک نہ شد دو شد......''

''میں شہلا آپا کی چھوٹی بہن راحیلہ ہوں۔'' اس نے جیسے فخر سے بتایا۔

''السلام علیکم...... دراصل میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔''

''ہاں، آپ آپا کو دیکھ کر ہی سب کچھ بھول گئے تو آپ کو کوئی دوسرا کیسے نظر آ سکتا تھا۔'' راحیلہ اپنے حساب سے اس سے مذاق کر رہی تھی۔ اور وہ کلس کر رہ گیا تھا۔

.... شہلا اسے تکے چلی جا رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے اپنی آنکھوں میں بھر لے۔

منہ پر آئی بالوں کی لٹوں کو اس نے پیچھے کیا تو حارث نے اسے بغور دیکھا تو احساس ہوا کہ وہ صرف خوب صورت ہی نہیں بلکہ خوب صورت ترین لڑکی ہے۔ مگر لڑکیوں کو تو باوقار بھی ہونا چاہیے۔

''ویری گڈ۔'' وہ جیسے اپنے آپ سے بولا۔

''آپ تو اب بینک سے چلے گئے، کتنے دنوں بعد بات ہوئی ہے۔''

''آپ میرا یہ کارڈ رکھ لیں اس پر میرا موبائل نمبر بھی موجود ہے۔'' اس نے اپنی جیب کو ٹٹولا تو ضرور مگر کارڈ نہیں نکالا تھا۔

''تو کیا میں آپ کو فون کر سکتی ہوں؟'' شہلا کا دل خوشی سے پاگل ہونے لگا۔

''یوں کریں۔ آپ مجھے اپنا نمبر دے دیں۔ میں فارغ ہوں گا تو خود آپ کو کال کر لوں گا۔'' اس نے جیب سے خالی ہاتھ نکال کر اس سے کہا۔

''وہ تو آپ کبھی نہیں کریں گے۔'' ہنستا ہوا چہرہ اداس ہو گیا۔

''کیوں نہیں کروں گا۔'' مگر دل میں وہ ہنس رہا تھا۔

''وہ اس لیے کہ آپ کے پاس فرصت ہوتی ہی نہیں ہے۔ بینک میں تو آپ ہمہ وقت مصروف رہتے ہی ہیں، گھر جاتے ہوں گے تو مجھے معلوم نہیں وقت ملتا ہے کہ نہیں۔''

''میں گھر جا کر آپ سے ضرور رابطے میں رہوں گا۔'' اس نے دل پر جبر کر کے کہا۔

''آپا...... آپ تو کہتی تھیں حارث صاحب بہت سخت مزاج ہیں مگر مجھے تو ایسا کچھ نہیں لگ رہا۔''

''اب اگر آپ کی آپا میری برائیاں کرتی رہی ہیں تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ناں۔'' وہ تلخی سے بولا۔

تھوڑی دیر بات کر کے حارث کو ایسا لگا جیسے وہ خواہ مخواہ میں بیکار کی باتیں کیے جا رہا ہے تو وہ خود ہی چونکا اور پھر سنجیدہ لہجے میں بولا۔

''میں نے بلاوجہ آپ لوگوں کا ٹائم ضائع کیا۔ اس لیے اجازت دیجیے۔ اب میں چلتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے جانے کے لیے قدم بھی بڑھا دیے۔

''حارث! آپ صرف میری ایک بات کا جواب دے دیں۔'' شہلا نے ملتجی لہجے میں کہا۔

''کس بات کا؟'' اس نے حیرت سے دیکھا۔

''آپ مجھے فون کریں گے ناں؟''

''اور اگر نہ کروں تو؟'' اب اس نے اسے سپاٹ سے انداز میں دیکھا۔

''تو پھر میں مر جاؤں گی۔'' وثوق بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''آپ کے لیے زندگی اتنی ارزاں ہے کیا؟'' اسے اس کے اس انداز پر غصہ سا آ گیا۔ ''اچھی لڑکیاں اس طرح کی باتیں نہیں کیا کرتیں۔''

''آپ مجھے فون کریں گے ناں؟'' شہلا کو جیسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

''کوشش کروں گا۔'' اب وہ اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر ہاتھ ہلاتا ہوا چلا گیا۔

''آپا...... آج تو میں بہت خوش ہوں۔ میری ناامیدی تو امید میں بدل گئی ہے۔''

''خوش تو میں بھی بہت ہوں مگر مجھے اندازہ ہے کہ وہ مجھے خود سے کبھی فون نہیں کریں گے۔ تم نے دیکھا نہیں پہلے وہ مجھے اپنا کارڈ دے رہے تھے اور پھر خود ہی ارادہ بدل دیا۔''

''مگر آپ کے پاس تو اُن کے موبائل کا نمبر موجود ہے ناں۔ آپ انہیں خود فون کر لیجیے گا اور مجھے پورا یقین ہے وہ آپ سے ضرور بات کریں گے۔''

''واقعی، ان کو دیکھ اور ان سے مل کر تمہارا دل بھی یہی کہہ رہا ہے؟'' شہلا نے وہیں کھڑے، کھڑے اس سے پوچھا۔

''سچی آپا...... حارث بہت ہی ڈیسینٹ قسم کے لگے اور ایسے لوگ کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے۔''

''ہاں، یہ تو ہے۔'' شہلا بھی مسکرانے لگی۔

☆☆☆

''شاید تمہارے دماغ کی کوئی کل ٹیڑھی ہے۔ سر پھرے تو تم تھے ہی مگر تم تو واقعی پاگل بھی ہو۔ ایک ایسی لڑکی جو تمہاری چاہت میں مری جا رہی ہے تم نے اسے فون تک نہیں کیا۔'' ریحان نے اس کی ساری روداد سن کر اسے بری طرح لتاڑ دیا۔

''یار...... آج کل کی لڑکیاں اسی ٹائپ کی ہیں...... بینکوں میں آنے والیاں سب نہیں مگر کافی اسی طرح کی تھیں اور ان بے وقوف لڑکیوں کی باتیں سن کر...... کیا میں ہر ایک سے یہی کہوں کہ بجا فرمایا۔ میں بھی آپ کے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں۔'' حارث نے غصے سے کہا۔

''مگر تم یہ بھی تو سوچو کہ وہ براؤن آنکھوں اور براؤن بالوں والی خوب صورت لڑکی ہے۔''

''تو کیا میں اس سے جھوٹ بولوں؟'' حارث کا غصہ بڑھ رہا تھا۔

''مصیبت کے وقت تو گدھے کو بھی باپ بنا لیتے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' ریحان نے کچھ سوچ کر کہا۔

''مگر میں کسی کو دھوکا دینے کے حق میں نہیں ہوں۔''

''یار بعد میں معذرت کر لینا اور اسے سچی، پکی بات بھی بتا دینا۔''

''تو کیا وہ میری بات سن کر مجھے معاف کر دے گی؟''

''تم نے ہی کہا ہے ناں...... وہ تم سے پاگلوں کی طرح محبت کرنے لگی ہے۔''

''مگر یہ تو اس کی بے وقوفی ہے۔ جب اس کی شادی ہو جائے گی تو وہ یہ سب بے وقوفی کی باتیں بھول جائے گی۔''

''ٹھیک ہے پھر...... اب تو کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے۔'' ریحان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تم نے کہا تھا ناں، تمہاری سیکریٹری کسی فنکارہ کو دیکھ لے گی تو تم ہی یہ سب دیکھ لو۔ مجھے یہ سب کرنا...... بس... اچھا نہیں لگ رہا۔'' حارث پھر ہتھے سے اکھڑ گیا۔

''میری سیکریٹری نے مطلوبہ صفات والی لڑکی ڈھونڈ تو لی تھی مگر وہ سانولی تھی اور اس کی آواز بھی قدرے بھاری تھی۔'' ریحان نے بتایا۔

''میک اپ کرنے سے ساری کالیاں بھی گوری ہو جاتی ہیں۔'' حارث نے کہا۔

''ہاں، ٹھیک ہے تمہاری بات...... مگر اس کی آواز کان میں چھری کی طرح لگ رہی تھی۔ جیسے اشتہار میں لوگ بھاری آواز والی لڑکیوں سے بھاگتے ہیں۔ وہ بھی کچھ اسی طرح کی تھی۔''

''شہلا کا نمبر تم لے لو اور بات کر لو۔'' حارث نے کچھ سوچ کر کہا۔

''وہ مجھ سے نہیں، تم سے محبت کرتی ہے تم بات کرو۔''

''نہیں یار، ایسی لڑکیاں سب سے محبت کرتی ہیں اور وہ جب تمہاری شاندار پرسنالٹی دیکھے گی ناں تو وہ تم سے بھی محبت کرنے لگے گی۔''

''کیا وہ...... واقعی ایسی لڑکی ہے؟''

''ہاں، یار...... یقین نہ آئے تو تم ابھی فون کر کے دیکھ لو۔''

''اچھا دینا ذرا تم نمبر۔''

اور ریحان...... اس کے سامنے ہی بیٹھ کر...... اپنے موبائل سے شہلا کا نمبر ملانے لگا۔

ایک بار......

دو بار...... مگر تیسری بیل پر شہلا نے اس کا فون ریسیو کر لیا۔

(جاری ہے)